سلسلۂ تقاریر الٓمّٓ

سورۃ حٰمٓ السجدہ

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

السلام علیکم۔ الحمد و نصلی علی رسولہ الکریم۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ ۚ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ

اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۙ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ

فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ۝

آمنت باللہ صدق اللہ مولٰنا العظیم۔

سلسلہ حوامیم کی دوسری سورت سورہ حٰمٓ السّجدہ ہے جس کا ایک دوسرا نام سورہ فصلت بھی ہے۔ ۵۴ آیات اور ۶ رکوعوں پر مشتمل یہ سورہ مبارکہ ۲۴ ویں پارے کے ربع آخر اور چھبیسویں پارے کی ابتدا پر مشتمل ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں حٰمٓ یعنی حروف مقطعات کے فوراً بعد ارشاد فرمایا۔

تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اس قرآن مجید کی تنزیل ہے اس ذات کی طرف سے جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی۔

کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝

"یہ وہ کتاب ہے کہ جس کی آیات بہت واضح ہیں۔ جن کی پوری تفصیل کی گئی ہے۔ جن میں ابہام کا شائبہ نہیں ہے اور پھر یہ آیات قرآن عربی کی صورت میں نازل ہوئی ہیں۔"

گویا کہ اس سے حجت قائم ہوجاتی ہے۔ اولین طور پر ان لوگوں پر کہ

جن کی اپنی زبان عربی ہے ۔ کیونکہ وہی اس قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے اور انہی سے اُمّت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اصل مرکز و محور نیوکلیس، تیار ہوا ۔ یہ مضمون اس سورۃ مبارکہ میں آیت نمبر ۴۴ میں پھر آیا کہ اگر ہم نے یہ قرآن کسی عجمی زبان میں اتار دیا ہوتا تو کہتے

لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ ط

اسکی آیات واضح کیوں نہیں ۔ ؟ کیا ایک عجمی زبان کی کتاب اس قوم کے لئے ہے جسکی زبان عربی ہے ۔ ؟

گویا کہ یہ اعتراض اس وقت بڑی شدت کے ساتھ کرتے لیکن اب جبکہ ہم نے اپنی اس نعمت عظمیٰ کو قرآنِ عربی کی صورت میں نازل کر دیا ہے تب بھی یہ بدبخت اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ۔

وہیں آیت نمبر ۴۵ میں اشارہ کیا کہ یہ معاملہ وہی ہے ۔ جو پہلے بھی ہوتا رہا ہے ۔ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی اختلاف کرنے والوں نے اس میں بھی اختلاف کی راہ نکال لی ۔ مخالفت کے لئے کوئی نہ کوئی بنیاد تلاش کر لی، گویا "خوئے بدرا بہانۂ بسیار" والا معاملہ ہے ۔ قرآن سے انکار اور اعراض کے اسباب کچھ اور ہیں ۔ لیکن یہ اس کے اوپر جو اعتراضات وارد کر رہے ہیں وہ بالکل سطحی ہیں اور بے وزن ہیں ۔

اس سے پہلے فرمایا جاچکا کہ جہاں تک اس کی تاثیر کا تعلق ہے تو اس کا لوہا تو انہوں نے بھی پوری طرح تسلیم کر لیا ہے ۔ اس لئے کہ ان کی باہمی مشاورت سے طے ہوا ہے کہ

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝

اور کفار نے کہا اس قرآن کو ہرگز نہ سننا ۔ انہوں نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ اگر کبھی اتفاقاً محمد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آمنا سامنا ہو جائے

تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینا۔ مبادا اس پر تاثیر کلام کے کوئی الفاظ تمہارے کانوں میں اتر جائیں۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ٥

اس میں گھپلا کر دیا کرو۔ گڑبڑ کر دیا کرو۔ جب محمدؐ قرآن پڑھ رہے ہوں تو شور اور ہنگامہ کر دیا کرو۔ یہی ایک راستہ ہے تمہارے غالب آنے کا۔ اس کے سوا کوئی اور صورت کامیابی کی موجود نہیں۔ اس رویّے میں گویا کہ ان کا پورا اعتراف شکست موجود ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی تاثیر کا لوہا مان لیا اور اب ان کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا کہ اس قرآن کی تبلیغ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالو، روڑے اٹکاؤ۔ لوگ اس قرآن کو سننے نہ پائیں۔ اگر کہیں انہوں نے سن لیا تو یہ انکے دل میں اتر جائے گا اور پھر تمہاری ساری مخالفت اور تمہاری ساری ہٹ دھرمی جو ہے وہ دھری کی دھری رہ جائے گی۔

اس سورہ مبارکہ میں حاصل کلام کے طور پر جو آیات وارد ہوئی ہیں وہ ۳۰ سے ۳۶ تک ہیں جن میں ایمان کا لب و لباب، ایمان کا حاصل، ایمانی زندگی کا سب سے اہم عملی مظہر اور اس راہ کی مخالفت اور اس راہ کے شدائد کے مقابلے میں صبر کا جو طرزِ عمل ہونا چاہیئے اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ایمان کا لب لباب ان الفاظِ مبارکہ میں بیان ہوا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جم گئے۔ ان کا دل ٹھک گیا اس حقیقت پر کہ اللہ ہی ہمارا مالک ہے وہی ہمارا پروردگار ہے۔ وہی ہمارا رازق ہے وہی ہمارا مشکل کشا ہے۔ وہی ہمارا روزی رساں ہے۔ اس حقیقت پر جب اعتبار پیدا ہو جاتا ہے تو یہ گویا ایمان کا لب لباب اور اس کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی الفاظ وارد ہوئے

ہیں ۔ کہ ایک صحابی نے حضورؐ سے یہ عرض کیا کہ حضورؐ مجھے دین کی مختصر بات بتائیے ۔ دین کی حقیقت کو ایک مختصر ترین جملے میں سمو کر وہ مجھے عطا فرما دیجئے!
حضورؐ نے فرمایا:

قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

"کہو کہ میں ایمان لایا اللہ پر اور پھر اس پر جم جاؤ ۔" یہ جان لینا چاہیئے کہ اس جم جانے میں اس استقامت میں قیامت مضمر ہے ۔ اس میں انسان کا باطنی اعتبار سے قلبی اعتبار سے جم جانا بھی ہے اور اس کے عملی تقاضوں کو ادا کرنے کے لئے خم ٹھونک کر میدان میں آجانا بھی ۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس ایمان کا اصل حاصل یہ ہے ۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا ہے اس پیغام کے ساتھ کہ نہ ڈرو نہ خوف کھاؤ اور نہ رنجیدہ ہو بلکہ،

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔

"خوشخبری حاصل کرو، خوشیاں مناؤ، اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ۔" انسان کا اس حیاتِ دنیوی میں بھی اور حیاتِ اخروی میں بھی رنج و غم سے اور خوف و اندیشے سے نجات پا جانا ہی ایمان کا اصل حاصل ہے ۔ جس کو سورۃ انعام میں فرمایا گیا ۔

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ
لَہُمُ الْاَمْنُ وَہُمْ مُّہْتَدُوْنَ ۔ (۸۱-۸۲)

امن کا حقدار کون ہے طمانیتِ قلبی کسے میسر آسکتی ہے! ذہنی اور قلبی سکون کسے حاصل ہو سکتا ہے! صرف ان کو جو اللہ پر ایمان لائیں اور اس میں کسی شرک کی آمیزش نہ ہونے دیں ۔ اس ایمان پر ان کا دل

ٹھک جائے وہ ان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتے اور صرف ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔

اس کے بعد اس سورۃ مبارکہ میں اس ایمان کا جو سب سے بڑا علمی مظہر ہے اس کو بیان کیا گیا۔ فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

" اس شخص سے بہتر اور کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلانے والا ہو اور نیک عمل کرتا ہو" پھر اس نیک عمل میں جو سب سے اہم چیز جس کی طرف اشارہ مقصود ہے وہ خدمت خلق ہے اس لئے دعوت الی اللہ بھی خدمت خلق ہی کی بلند ترین منزل ہے۔ خدمتِ خلق کا ایک درجہ یہ ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلایا جائے، پیاسے کو پانی پلایا جائے۔ جو کہیں کوئی راستہ تلاش کر رہا ہو بھٹک رہا ہو اسے منزل پر پہنچایا جائے۔ اسی خدمتِ خلق کا سب سے بلند تقاضا یہ ہوگا جو اس دنیا کی زندگی میں ہمہ تن بھٹک گئے جن کی زندگی کا رُخ غلط ہو گیا ہے جو اپنی اس نادانی میں جہنم کا نوالہ بننا چاہتے ہیں۔ ان کو راہِ راست کی طرف بلایا جائے، انہیں اللہ کی بندگی کی دعوت دی جائے تاکہ وہ اُخروی عذاب سے بچ جائیں جو ابدی ہے، جو ہمیشہ کا ہے۔ یہ درحقیقت ایک صاحبِ ایمان شخص کے لئے اس کی صلاحیتوں اسکی قوتوں اس کی توانائیوں کا اوّلین اور بہترین مصرف ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آغازِ وحی کے بعد سے اس دنیا سے مراجعت تک آپؐ کی قوتوں اور توانائیوں اور اوقات کا ایک ایک لمحہ اور شمہ اسی راہ میں صرف ہوا۔ اللہ کی طرف دعوت، راہ حق کی طرف دعوت، صراطِ مستقیم کی طرف دعوت اور اس راہ میں جو تکالیف آئیں، جن شدائد و مصائب سے سابقہ پیش آیا، ان سب کو جھیلا اور برداشت کیا۔ اس جھیلنے اور صبر کرنے اور برداشت کرنے کے بھی دو مرتبے ہیں۔

ایک مرتبہ یہ ہے کہ آپ نے تکلیف جھیلی اور خاموش رہے آپ نے گالی کے جواب میں گالی نہ دی یہ بھی صبر ہے ۔ لیکن اس صبر کی ایک بلند تر منزل بھی ہے بلکہ اسے بلند ترین کہا جائے تو غلط نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ

عنقا را بلند است آشیانہ

کے مصداق ہے یہ منزل، کہ گالیاں کھا کر دعائیں دی جائیں ۔ لوگ پتھروں کی بوچھاڑ کر رہے ہیں اور ادھر سے پھولوں کی بارش کی جائے ۔ وہ ہے مقام جس کا ذکر کیا گیا ۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

مدافعت کرو اس طور سے جو بہت ہی عمدہ ہو بہت ہی اعلیٰ ہو ۔ بہت ہی احسن ہو ۔ اس کا ایک نتیجہ نکلے گا کہ جو ہاتھ دشمنی میں جان لینے پر آمادہ ہیں ۔ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ

آج جو خون کے پیاسے ہیں جو انتہائی دشمنی اپنے دلوں میں لیے ہوئے ہیں وہی آپ کے جان نثار بن جائیں گے ۔ وہی آپ کے ساتھی بن جائیں گے اور ساتھی بھی انتہائی گرمجوش ۔ لیکن فرمایا:

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

یہ مقامات بلند یہ حظِ عظیم ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا ۔ یہ ان ہی کو ملتا ہے کہ جو صبر کرنے والے ہوں اور بڑے نصیبے والے ہوں ۔ گویا کہ ان چند آیات میں وہ بلند مقام جس کو ہم حظِ عظیم کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس کا نقشہ کھینچ دیا گیا۔

اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں ایک بڑی عظیم آیت قرآن حکیم کے بارے میں آئی ہے ۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط (آیت ۵۳)

عنقریب ہم انہیں اپنی آیات کا مشاہدہ کرائیں گے آفاق میں بھی اور انفس میں بھی ۔ آفاق کی نشانیاں بھی دیکھیں گے اور خود اپنے نفوس کے باطن میں بھی ۔ یہاں تک کہ یہ حقیقت مبرہن ہو جائے گی بالکل واضح

ہوجاتے گی، روشن ہوجائے گی کہ یہ قرآن ہی حق ہے - کُل کا کُل حق ہے، سرتاپا حق ہے -

چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں سائنس کی ساری ترقیوں کے باوجود کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جسے ثابت شدہ سائنسی حقیقت قرار دیا گیا ہو اور وہ قرآن کے خلاف ہو۔ بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ چنانچہ ایک فرانسیسی مصنف 'MAURICE BUCAILE' نے ایک کتاب لکھی ہے "دی قرآن، بائبل اینڈ سائنس" اس میں تو اس نے ثابت کیا ہے کہ تمام انکشافات اور اس سائنسی ترقی کے دور میں جتنے بھی علوم کا ذخیرہ انسان نے اکٹھا کیا ہے، ان کے متعلق اس مصنف نے ثابت کیا ہے کہ ان حقائق کے بارے میں اشارے قرآن میں موجود تھے -

اس کے برعکس تورات کا معاملہ یہ ہے کہ وہاں بہت سی ایسی چیزیں ملتی ہیں جو ثابت شدہ سائنسی حقائق کے خلاف ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے حملے کے بعد جب اصلی تورات گم ہوئی تو پھر ڈیڑھ سو سال کے بعد جو تورات یاد داشتوں سے مرتب کی گئی اس میں مرتبین کے اپنے نظریات وخیالات کا عمل دخل ہوگیا - یہی وجہ ہے کہ اس میں وہ چیزیں شامل ہوگئیں جو بعد میں سائنسی حقائق کی روشنی میں غلط ثابت ہوئیں -

اسی کی ایک اور مثال رشاد خلیفہ صاحب کی وہ بات بھی ہے جسکی طرف کئی مرتبہ اشارہ ہوچکا ہے - قرآن مجید میں اعداد کا یہ حساب اور اسکی حفاظت کا یہ حسابی نظام یہ بھی واقعہ ہے کہ اس دور کے انکشافات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے -

بارك الله لی ولكم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاكم بالآیات والذكر الحكیم -